

رجوع الی اللہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

دور حاضر کی نئی نئی ایجادات اور خیرہ کن اختراعات نے معاشرے کے آسودہ حال افراد کی زندگی ایسی حیران کن سہولیات و آسائش سے لبریز کر دی ہے، جن کا تصور گذرے ہوئے ادوار کے عیش پرست اور سہولت پسند امراء و سلاطین وقت کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ آج کے آدمی کی زندگی ایسے بیسیوں ساز و سامانِ قعیش سے لبریز ہے جو سائنس اور ٹیکنالوجی کی منہ زور ترقی کے نتیجہ میں ایجاد ہوئے۔ زندگی کی رگوں میں موجود خون میں پہلے سے زیادہ حمزی اور گرم جوشی ور آئی ہے۔ حضرت انسان کی جگہ مشین نے لے لی، جو کام پہلے سالوں، مہینوں اور دنوں پر محیط تھا، وہ آج چند لمحوں اور منٹوں میں انجام پاتا ہے۔ دنیا سمٹ کر ایک گاؤں، ایک بستی اور ایک قریہ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔

نئی ایجادات اور حیران کن اختراعات نے زمانہ کی اقدار یکسر بدل کر رکھ دیں۔ تہذیب و تمدن اور ثقافت و کلچر نے ایک طویل جست لگا کر صدیوں کا سفر، چند عشروں میں طے کیا۔ ان ترقی پذیر انقلابات و تغیرات نے لازمی طور پر انسانی ذہن پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس صورت حال نے انسان کو ترقی کی دوڑ میں شامل ہونے اور تہذیب و تمدن کے نئے سانچے میں خود کو ڈھالنے، راحت و سہولت کے حصول کے لیے، ہر طرح کے اسبابِ قعیش سے لطف اندوز ہونے پر مجبور کر دیا۔ نتیجتاً آج کے انسان کی زندگی کی دہلیز پر طرح طرح کی آسائش کے سامان اور سہولیات پہنچ چکی ہیں، جس المیہ کا ذکر ہم کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس حیرت انگیز ترقی کے باوجود آج کا انسان سکون و راحت کے بے محابا اسباب اور بے کراں وسائل کے جہوم میں بھی راحت و سکون، ذہنی آسودگی اور فارغ البالی سے محروم، مصیبتوں اور پریشانیوں میں گھرا ہوا ہے، ایسا کیوں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ایمان کی جو دولت اور اسلام کی جو نعمت انسان کو عطاء کی ہے اس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ انسان پر اس کے بے شمار انعامات ہیں۔ جنہیں بلاشبہ ہم اپنے حیطہ حساب میں لانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا

ارشاد ہے ”اگر تم اللہ کی نعمتوں کا حساب لگانے بیٹھو تو (اپنے ارادہ کی تکمیل سے عاجز آ کر) ان کا حساب کتاب نہیں کر سکو گے“..... ان بے حساب انعامات میں ”اسلام“ سب سے بڑی نعمت اور سب سے عظیم دولت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اپنے خالق و رازق کی ذات کے تعارف کا ایک ناگزیر وسیلہ ہے۔ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول ناممکن ہے۔ اس نعمت کے قبول کر لینے سے انکار و اعراض کے نتیجہ میں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم ہیں، ان کی بد قسمتی کی کوئی حد نہیں۔ المیہ یہ ہے کہ یہ بد نصیبی اور بد قسمتی ہم مسلمانوں کے حصہ میں بھی آئی۔ نام کے مومن اور مسلمان ہیں، لیکن معرفت خداوندی کے ذرائع و اسباب سے روگردانی کر کے، اپنے دل کو اس کی یاد سے معور کرنے کی بجائے، اسے دنیاوی اُمنگوں اور آرزوں کا مدفن بنا کر اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی معرفت کو یکسر فراموش کر گئے ہیں۔ پریشانیوں، مصیبتوں اور آزمائشوں کے صبر آزما موسموں سے نجات پانے کے لیے غیر مسلموں کی روش اختیار کرتے ہوئے اب مسلمان بھی مادی اسباب و وسائل کے اندر نجات کی راہیں تلاش کر رہے ہیں۔ اقتدار کی سطح پر جو لوگ اس نوعیت کی صورت حال سے دوچار ہیں، ان کی روش اس سے زیادہ المناک ہے۔ اپنے سے زیادہ مستحکم اور طاقتور عناصر کے سامنے دامن پھیلائے، دست سوال دراز کرنے، اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنی داخلہ و خارجی پالیسیوں کو باہر سے درآمدہ احکامات کی زنجیروں میں جکڑنے کے طرز عمل پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ لیکن طاقتور ترین مادی اسباب پر اعتماد کرنے کے باوصف اجتماعی اور انفرادی سطح پر مصائب کے گرز اور آلام کے کوڑے بدستور برس رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دوری اور دین سے مجھوری مصائب و آلام میں مزید اضافہ کا سبب بنتی ہے۔ ہمارے دین و مذہب میں اس بحران سے نکلنے کا صرف ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دست کش ہو جائیں، اس کے ساتھ تعلق جوڑ کر اسلام کی رشتی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ جب اللہ کی یاد سے غفلت، اور گناہ بکثرت ہوں تو اس کا وبال مصیبتوں اور پریشانیوں کی صورت میں آ پڑتا ہے۔ دل بے چین رہتا ہے، کسی بنا چین نہیں آتا، قرار حاصل نہیں ہوتا، ایک بے کلی کی سی کیفیت طاری رہتی ہے۔ جسے نہ دواؤں سے رفع کیا جاسکتا، نہ دنیاوی جاہ و جلال سے، نہ دولت کے انبار اور سہولتوں و آسائشوں کے جھوم کار سے۔ بس اللہ کی طرف رجوع و اتانت اختیار کی جائے کہ ہر درد کا درماں اسی میں ہے اور ہر مرض کا علاج اسی کی بارگاہ میں۔ وہ خود کہتا ہے ”اگر تم ایک بالشت میرے قریب آؤ تو میں ایک ہاتھ آگے بڑھوں“۔ وہ خود کہتا ہے تم مجھ سے مانگو تو تمہاری مرادیں پوری کر دوں۔ لیکن آج پوری اُتسبہ مسلمہ پر غفلت کی مہیب چادر پھیلی ہوئی ہے، جس کے نام لیواؤں کو اس بے ثبات دنیا کی ہنگامہ خیزیوں کی وجہ سے دین کی لازوال تعلیمات پڑھنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اختیار کرنے

کے لیے فرصت نہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا حال اہم سابقہ کی طرح ہوتا جا رہا ہے جو دنیا کی لذت کیشی اور لطف اندوزی میں بدمست ہو کر خدا کو بھول گئیں تو ان سے زمین کی سیادت سلب کر لی گئی، انہیں خطرات نے آگھیرا، مصیبتیں اور پریشانیاں اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ ان پر برس پڑیں۔ یوں انہیں اپنے کیے دھرے کا مزہ دنیا ہی میں چکھنا پڑا۔ امت مسلمہ کی موجودہ صورت حال کا سابقہ اہم سے موازنہ کیا جائے تو دونوں کے درمیان ان کے اعمال بد کے نتیجے میں دی گئیں سزاؤں، بربادیوں اور تباہ حالیوں کے لحاظ سے کئی مائلیں سامنے آتی ہیں۔ آج کے مسلمان انفرادی اور اجتماعی سطح پر اندر سے ٹوٹ پھوٹ، اختلاف و انتشار اور تشمت و افتراق کا شکار ہے۔

اگرچہ زندگی کے معمولات کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے آج مختلف زاویوں اور مختلف پہلوؤں سے تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ مسلمانوں کو دین سے قریب لانے کے لیے علماء ربانین نے دنیا بھر میں مدارس و جامعات اور دینی قلعوں کا نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ تبلیغ کی محنت اور جدوجہد بھی قابل قدر ہے۔ اہل ثروت میں سے پیشتر خیرین اسلام اللہ کی راہ میں اپنا سرمایہ صرف کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود نتائج سود مند نہیں۔ مختلف حوالوں سے جاری جدوجہد کے جن ثمرات کے برآمد ہونے کی توقع اور امید تھی، مسلمانوں کے کردار اور قول و عمل کے مظاہر میں ان کا پرتو نظر نہیں آتا۔ اس کی کلیدی اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ انابت الی اللہ اور تعلق مع اللہ میں غیر معمولی کمی ہے۔ نتیجتاً اپنی حاجت براری کے لیے بارگاہِ ایزدی میں دست سوال دراز کرنے اور اپنی کوتاہیوں پر استغفار اور توبہ کرنے کے نیک عمل کے لیے دل آمادگی ظاہر نہیں کرتا۔ اس لیے کہ اس پر غفلت و شقاوت کی دیر تھیں جم چکی ہیں۔

ہم مسلمانوں کی رہبر قی کے لیے انبیاء علیہم السلام کا اسوہ ہی کامیابی کا ضامن ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک اپنی نگاہوں کے سامنے رکھیں۔ اگلی جھپکی کوتاہیوں کی معافی کی نوید سننے کے باوجود آپ کی شب زندہ داری اور آہ محرکابی میں کمی نہیں آئی۔ پوری رات عبادت میں مشغول رہتے۔ روایت میں آتا ہے کہ نماز اس قدر طویل فرماتے کہ پاؤں میں درم آ جاتا۔ آپ کو جو کامیابیاں اور کامرانا عطا کی گئیں اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ آپ ہر مشکل کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ فرماتے اور اس قدر گڑا کر روتے کہ صحابہ کو ترس آنے لگتا۔ غر وہ بدر کے اعصاب شکن ماحول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی رقت آمیز دعا فرمائی کہ صحابہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی ترس آیا۔ عرض کی ”حبک یا رسول اللہ“ بس کریں یا رسول اللہ، اتنا ہی کافی ہے۔ آپ زار و قطار روتے رہے اور اللہ سے مانگتے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انابت اور رجوع کا تو یہ حال تھا، لیکن

ان کے نام لیا امتیوں کے لیے آج دعا ایک رسم بن گئی ہے۔ انہماک اور استغراق کی وہ کیفیت باقی ندر ہی جو دعا کی قبولیت کے لیے شرط ہے۔ پوری اُمت ذلت و خواری میں مبتلا ہے۔ حالانکہ یہ ذلت و خواری یہود کے حصہ میں آئی چاہیے تھی۔ قرآن میں تو یہود کے بارے میں آیا کہ وہ اللہ کی غضب میں مبتلا ہیں، جس کے سبب وہ ذلت و خواری کی زندگی بسر کریں گے۔ لیکن آج صورت حال اس کے برعکس ہے۔ ذلت و خواری ہمارا مقدر بنی، اس لیے کہ ہم نے ادھر وہ مسلمان رہنے کو ترجیح دی۔ اپنی حالت بدلنے اور مومن کامل بننے کی فکر نہیں کی۔ ہمارے اعمال رسم بن گئے ہیں، ان میں نفسانیت آ گئی ہے۔

ہمارے اسلاف کے لیے اللہ تعالیٰ نے دین پر چلنا نہایت سہل بنا دیا تھا۔ کیونکہ انھوں نے محنت و مشقت کر کے اپنے اندر فنایت اللہ کی صفت پیدا کی تھی۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور حضرت رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے صاحبزادے بالترتیب محمد احمد اور حکیم مسعود احمد، حضرت شیخ الہند کے ہاں مقیم تھے۔ محمد احمد ان کے شاگرد اور حکیم مسعود ان کے مرید تھے، شیخ الہند نے ان دونوں کو چار پائی پر بٹھایا اور خود زمین پر تشریف فرما ہوئے۔ اسی مجلس میں آپ نے ان سے فرمایا کہ محمد احمد، آپ میرے استاذ کے صاحبزادے ہیں اور حکیم مسعود احمد آپ میرے مربی کے بیٹے ہیں، میں نے آپ کا حق ادا نہیں کیا۔ آپ سے معذرت چاہتا ہوں، اگر آپ کے والدین میرے رویہ کے بارے میں دریافت کریں تو خدا کے لیے میری رعایت رکھنا اور مجھے رسوا نہ کرنا.....، اپنے شاگردوں کے ساتھ ادب و احترام کی انتہا!! سبحان اللہ! اس کی ایک ہی وجہ تھی، ان کا دل اللہ کی معرفت سے معمور تھا۔ وہ فنا فی اللہ تھے، انھیں اپنی حیثیت معمولی اور بچ نظر آتی تھی۔ ہمارے ہاں یہ کردار اور یہ عمل ناپید ہے۔ قابلیت اور لیاقت اور زبان کی جادوگری کا طلسم تو ہر طرف چھایا ہوا ہے لیکن اندر سے کھوکھلے ہیں، دل اللہ کی معرفت سے خالی ہیں۔

معرفت الہی کے حصول کے لیے اہل اللہ کی مجالس میں پابندی سے حاضری اور ان کی صحبت اختیار کرنا ضروری ہے۔ گناہوں کے ارتکاب سے اجتناب و استغفار کا اہتمام سے التزام کیا جائے اور اپنے ظاہری اور باطنی اعمال اور امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا اہتمام کیا جائے کہ جو کچھ ملتا ہے، وہیں سے ملتا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے، اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ وآلہ وصحبہ أجمعین

☆☆☆